آثار شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

از جناب محمد بشیر صاحب (ایم۔اے لاہور)

(۲)

ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت و الضریح

فارسی زبان میں بدعات کے رد میں لاجواب رسالہ ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت ماحول میں قرآن و سنت سے بے نیازانہ روش اور اعراض کے باعث نت نئی بدعات فروغ پذیر تھیں۔

برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ مُردوں کی تدفین وغیرہ پر مشتمل ایک نئی شریعت وجود میں آچکی تھی اور اسلام کے بنائے ہوئے احکام بالائے طاق رکھ دیئے گئے تھے۔ [۸۲]

مولوی تفضیل علی صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے سنت و بدعت میں فرق کے متعلق استفسار کیا، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے مسائلِ مستفرہ کے جوابات کو مُدلل طریقہ سے قلمبند فرما کر "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت و الضریح" کے نام سے موسوم کیا [۸۳]

اسے پہلی مرتبہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا پھر ۱۳۵۱ھ میں کتب خانہ اشرفیہ دہلی نے اردو ترجمہ کے ساتھ اس کی اشاعت کی

---

۸۲ سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہیدؒ ج ۱ ص ۳

۸۳ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ، ایضاح الحق، مترجمہ عبداللطیف سونی پتی، امداد الفتاح ص ۳

بعض مشہور علماء کی رائے ہے کہ رد بدعات میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی ۱۵۴

ہمارے پیش نظر مطبع افضل المطابع کا مطبوعہ نسخہ ہے، سن طباعت اس پر درج نہیں ہے اس کے حاشئے پر "یکروزی" اور اس پر مفتی صدرالدین آزردہ کی ایک دلپذیر تقریظ ہے۔ اس کے علاوہ "ایضاح الحق" کا وہ ایڈیشن بھی ہمارے پیش نظر ہے۔ جو مولانا عبداللطیف سونی پتی کے اردو ترجمہ "امداد الفتاح" کے ساتھ ۱۴ رجب ۱۳۵۶ھ میں کتب خانہ اشرفیہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔

کتاب کے نام سے گمان ہوتا ہے کہ یہ صرف میت کے مسائل و احکام پر مشتمل ہے لیکن شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی وسعت فکر و نظر نے اس کا دائرۂ بحث بہت وسیع کردیا ہے۔ انہوں نے اپنے مخصوص محققانہ انداز میں بدعات کی اقسام پر دل نشین اور جامع و مانع تبصرہ فرماتے ہوئے امور سنت اور امور غیر سنت کا فرق واضح کیا ہے۔ تقلید اور اجتہاد کے متعلق بھی آپ کے رشحات قلم قابل دید ہیں۔ اسی طرح ایک مستقل فصل میں شاہ صاحبؒ نے دینی لحاظ سے نافع اور غیر نافع علوم کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔ ان بیش بہا علمی و روحانی لوادر کی بدولت یہ کتاب بجا طور پر سرمایہ تسکین بن گئی ہے اور اپنے موضوع پر آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ بقول ایک مبصر کے یہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے رسوخ فی العلم کا نمونہ ہے۔ ۱۵۵

پاکستان کے نامور عالم مولانا محمد یوسف بنوریؒ رقمطراز ہیں:۔

"ایضاح الحق الصریح" رد بدعات میں بے نظیر کتاب ہے۔ بعض پہلوؤں پر ایسے انداز میں بحث کی گئی ہے کہ "اعتصام الشاطبی" سے بھی فوقیت لے گئی ہے۔ ۱۵۶

---

۱۵۴ مولانا غلام رسول مہر، دائرۃ المعارف اسلامیہ ج ۲ ص ۵۳۰

۱۵۵ نسیم احمد فریدی / محمد منظور نعمانی حضرت شاہ اسمٰعیل اور معاندین اہل بدعت کے الزامات ص ۳۲

۱۵۶ مولانا محمد یوسف بنوری / شاہ اسمٰعیل شہیدؒ "عبقات" عربی ص ۳

مولانا نسیم احمد فریدی رقمطراز ہیں :۔

ضرورت ہے کہ اس پر مستقل طور پر ایک مقالہ لکھا جائے ۔ تاکہ اس رسالے کی افادیت ذہن نشین ہو ۔" [۸۷]

عبقات عربی زبان میں اسرار و معارف کے لطیف اور نازک مباحث پر مشتمل ہے ۔ یہ وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے کلک گرہ کشا کا بے نظیر شاہکار، ان کی فکر رسا کی بوقلمونیوں کا حسین مرقع اور فن تصوف میں علوم و معارف کا نادر گنجینہ ہے ۔

اس پر اظہار خیال سے قبل ضروری ہے کہ اسلامی الہیات اور اس دور کا ایک اجمالی خاکہ پیش نظر ہو ۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی یوں تو ازل سے جاری ہے لیکن عصر جدید اس لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس دور میں یہ کشمکش نازک اور پیچیدہ صورت اختیار کر گئی ہے ۔ ایک مبصر کے قول کے مطابق فکر جدید کی ترقی مذہب سے انحراف پر منتج ہوئی اور حاضر و موجود کی بحث میں الجھ کر محدود ہوتے جانے کو معراج کمال سمجھا جانے لگا ۔ دوسری طرف وحی الٰہی سے رہنمائی پانے والا طبقہ عصر جدید کے طلوع تک سیاسی اور معاشی انحطاط کا شکار ہو گیا اور نظری طور پر یورپی فلسفہ و فکر کا غلام ہو کر رہ گیا ۔ اس غلامی نے نئی نسل میں یہ مرض پیدا کر دیا کہ پیام الٰہی ان کے نزدیک ایک غیر عملی عقیدہ کی حیثیت اختیار کر گیا اور اس نے انسانی فلسفہ و فکر ہی کو اپنا امام سمجھ لیا ۔ عصر جدید میں ابلیسی اثر کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے [۸۸]

---

[۸۷] نسیم احمد فریدی / محمد منظور نعمانی ، حضرت شاہ اسمٰعیل اور معاندین اہل بدعت کے الزامات ۔ ص ۳۲ ۔

[۸۸] پروفیسر ضیاء الدین احمد شکیب / شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پیش لفظ عبقات (اردو) ص ۲

اس زوال کی تاریخی وجوہ پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر محمد ضیاء الدین احمد شکیب لکھتے ہیں :۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید سے انسانوں کی رہنمائی فرمائی ہے وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی نشانیاں کائنات میں بکھری پڑی ہیں۔ یورپ نے اُنہی آیات (مظاہر کونیہ) کو مساعی کی جولانگاہ بنایا، اس کے برخلاف مسلمانوں نے مظاہر کونیہ سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن وہ قرآنِ حکیم اور سنتِ رسولؐ سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مشرق کو ذاتِ الٰہیہ کی طرف بڑھنے کی ترغیب ہوئی وہیں مغرب کو صفاتِ الٰہیہ نے لُبھایا۔ ایک قوم ذات کی طرف بڑھتی رہی لیکن شئون و صفات سے بے خبر، دوسری قوم صفات کی طرف بڑھتی رہی لیکن ذات سے غیر متعارف، ایک نے مادی ترقی میں کمال حاصل کیا لیکن روحانی زوال میں بھی کمال کو پہنچ گئی، دوسری قوم نے روحانی ترقی میں کمال حاصل کیا لیکن دنیوی زندگی میں محکوم و مغلوب ہو کر رہ گئی۔ گویا ہر ایک نے نصف صداقت پر قناعت کر لی اور نصف صداقت سے بے خبری نے انہیں مادی یا روحانی ہلاکت کی منزل تک پہنچا دیا اور ہر ایک کے یہاں سیئہ و صالح خلط ملط ہونے لگے "خلطوا عملاً صالحاً و اٰخر سیئاً"۔ اس لحاظ سے جہاں ملت اسلامیہ شدید خطرات سے دوچار ہے وہیں پوری نوعِ انسانی نہایت نازک وقت سے گزر رہی ہے۔

ایک طرف مغربی فلسفہ اور سائنس کا علم الحواس ہے دوسری طرف مسلم مفکرین کا پیش کردہ وہ سرمایہ ہے جو علم بیالوجی سے فیضیاب ہے۔ انسانی فکر کے ان دونوں اقالیم کے درمیان اس مغائرت کو

سطحی طور پر ہندوستان میں سرسید نے اور اس کے بعد اقبال نے محسوس کیا۔ سرسید نے "الاسلام ھو الفطرۃ والفطرۃ ھی الاسلام" کا منہاج مقرر کرتے ہوئے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش کئی لحاظ سے سقیم اور ناقص رہی اقبال نے اپنے خطبات "الٰہیاتِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید" میں علم الحواس اور بیالوجی کی تنقیح اور تالیف کی کوشش کی۔ جو ہر طرح سے کامل اور بے نقص تو نہیں لیکن یہ کتاب مشرق و مغرب کے جدید تعلیم یافتہ افراد میں مشعلِ ہدایت کا کام دے رہی ہے ۹ؔ

بلاشبہ مسلم مفکرین میں فارابی، ابن رشد ابن مسکویہ، غزالی اور دیگر مفکرین نے حیات و کائنات کا اسلامی طرز پر مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کی مساعی یونانی طرزِ فکر سے اثر پذیر ہیں، شاید موضوعات اور طرزِ استدلال میں اس مشابہت کے پیشِ نظر ہی علماء نے تصوف کو غیر اسلامی قرار دیا ہو۔ مزید براں تصوف میں مابعد الطبیعات کا غلبہ تصوف کے نام کے ساتھ بے عملی اور زندگی سے گریز کا تصور پیدا کرتا ہے۔

اسی چیز پر تبصرہ کرتے ہوئے اقبال رقمطراز ہے:۔

"آج جب تصوف ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے دلوں میں کوئی ولولہ پیدا نہیں ہوتا یوں بھی تصوف خواہ مسیحی ہو خواہ اسلامی اس کی نوافلاطونی شاخ کو جس بے نام سی "لاشے" کی جستجو ہے اس زمانے کے انسانوں کو اس کے اندر بھی کوئی سامانِ تسکین نہیں ملتا ہے۔ ہمارا جی تو یہ

۹ؔ ہیر۔ ضیاء الدین احمد شکیب، شاہ اسماعیل شہیدؒ مثنوی عبقات (اردو) ص ق

چاہتا ہے کہ اگر خدا ہے تو ہمیں اس کی موجودگی کا سچ مچ، حقیقی اور واضح تجربہ ہو۔" ۹۰ف

تصوف اور انسانی فلسفہ وفکر کے منشا و مقصد کا جائزہ لیتے ہوئے علامہ اقبال نے اپنے نتیجۂ فکر کو اس طرح پیش کیا ہے

"دراصل مذہب اور سائنس کی منزلِ مقصود ایک ہے۔ اگرچہ انکی منہاجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، دونوں حقیقت کی تہہ اور کنہہ تک پہنچنے کے آرزومند ہیں بلکہ مذہب سائنس سے کہیں بڑھ کر حقیقتِ مطلقہ تک پہنچنے کا خواہش مند ہے۔ لیکن دونوں ہی محسوسات اور مدرکات کی چھان بین کو رسائی کا طریقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ حقیقت کی کنہہ اور اندرونی ماہیت کے فہم میں مدرکات ومحسوسات کا اشارہ کس طرف ہے؟ سائنس کی دنیا میں تو ہم ان کے معنی حقیقت کے خارجی کردار کی رعایت سے سمجھتے ہیں۔ لیکن مذہب کی دنیا میں اس طرح کہ وہ جس حقیقت کی نمائندگی کر رہے ہیں ان کے معنی اس حقیقت کی اندرونی ماہیت سے سمجھیں۔ لہذا سائنس اور مذہب دونوں کے اعمال ایک طرح سے پہلو بہ پہلو اور متوازی چلتے ہیں۔" ۹۱ف

گویا تصوف وہ دینی علم ہے جو حیات و کائنات کی تعبیر و توجیہہ پیش کرتا ہے اسلامی تصوف بتدریج ارتقا پذیر ہوا۔ ابن العربی کا نام تصوف کی تاریخ میں مختلف فیہ حیثیت کا حامل ہے۔ حضرت

۹۰ف محمد اقبال، الٰہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید ص۱۳۶

۹۱ف ایضاً ص۳۰۳ و ۳۰۴۔

مجدد الف ثانی رح نے ابن العربی کے نظریات پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی تصوف کے خدو خال کو واضح کیا۔ ان کے بعد شاہ ولی اللہ رح نے "لمعات" "سطعات" "ہمعات" اور "ہوامع" وغیرہ تصنیف فرما کر اسلامی تصوف کی تشکیل جدید کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح کے اسی علمی کارنامے پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان کے نامور عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری رح رقمطراز ہیں:۔

"حق یہ ہے کہ ان کے قلم نے حکمت الٰہیہ کی وادیوں میں تفہیمات کی وہ زبردست حکمتیں سپرد قلم کیں کہ نہ وہ فلسفۂ اشراق ہے اور نہ مشائین کی چیستاں، بلکہ وہ حکمت دہلویہ ہے جس کے فکری سرچشمے اصطلاحات اور کلمات تعبیر علماء کے لئے بالکل ایک نئے انداز میں ہیں۔" ۹۲

اپنے جد امجد حضرت شاہ ولی اللہ کے ان جواہر پاروں سے شاہ اسمٰعیل شہید رح نے گہرا اثر قبول کیا۔ خاص طور پر "لمعات" اور "سطعات" سے آپ حد درجہ متاثر ہیں۔ ۹۳

یہ دونوں انتہائی جامع اور نہایت مختصر رسالے ہیں اُنہی کی تشریح و توضیح اور اپنے شخصی تجارب کو پیش کرنے کے لئے انہوں نے "عبقات" تصنیف فرمائی۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔

"لمعات" اور "سطعات" کی خوشبو اس کی راہ سے پھیلائی گئی ہے۔" ۹۴

---

۹۲ محمد یوسف بنوری رح / شاہ اسمٰعیل شہید "عبقات" (عربی) ص ۴ و ۵۔

۹۳ شاہ اسمٰعیل، عبقات۔ ص ۲ و ۳

۹۴ ایضاً ص ۳۔

"عبقات کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ رقمطراز ہیں:۔

"جب خدا نے فضل المحققین (شاہ ولی اللہؒ) کے علم سے مجھے زندگی بخشی اور فخر المدققین کے نور سے مجھے منور کیا اور اس کے ساتھ میں مذکورہ بالا اکابرسے میں مستفید ہوا تو میں نے چاہا کہ اس فن کے مبادی کی راہ میں ایک چراغ روشن کردوں جس کی روشنی میں چلنے والے راستہ کو دیکھ سکیں اور مقدمات کے زینوں پہ ایک سیڑھی رکھوں، جس پر ڈھونڈنے والے چڑھ سکتے ہوں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر میں نے ایک رسالہ "عبقات" تالیف کیا۔ ان دونوں چیزوں کے بیچ میں یعنی تجربہ اور معائنہ سے جو باتیں ثابت ہوئی ہیں ان کی حقیقت برزخ کی ہے یا یوں سمجھو کہ ارباب کشف جن امور کے پانے میں کامیاب ہوئے ہیں اور دلیل و برہان والے جن نتیجوں تک پہنچتے ہیں ان دونوں کے درمیان یہ رسالہ (عبقات) حلقۂ اتصال کا کام (انجام) دے گا۔" [۹۵]

اسی ضمن میں مولانا عبدالحمید السواتی لکھتے ہیں۔

"عبقات" لکھ کر انہوں نے شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کے لئے خصوصاً اور علم الحقائق اور تصوف و سلوک کے لئے عموماً بنیادی قواعد وضع فرمائے ہیں۔ [۹۶]

"عبقات" فی الحقیقت ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے، اس کی بدولت دنیائے تصوف کی بعض انتہائی لاینحل بحثیں نہایت شگفتہ انداز اور خوش اسلوبی سے تطبیق پا گئیں۔ یہ کام ایک عظیم کارنامہ ہے۔

---

۹۵ شاہ اسمٰعیل عبقات صفحہ ۷ نیز اس عبارت کا اردو ترجمہ سید مناظر احسن گیلانی کا تجویز کردہ ہے جو عبقات (اردو) صفحہ ۱۵ سے ماخوذ ہے۔ ۹۶ مولانا عبدالحمید السواتی، "حکمت ولی اللہی کے شارحین" مقالہ مشمولہ "الرحیم" ج ۱ شمارہ ۲ صفحہ ۶۳ بابت ماہ جولائی ۱۹۶۳ء

پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی اور شیخ اکبر محی الدین بن عربی اندلسی کے حقائق ومعارف میں سطحی نظر میں بڑے فاصلے حائل نظر آتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ علماء اور صوفیا کی ایک بڑی جماعت نے دونوں کی راہوں کو الگ الگ قرار دیدیا تھا۔ مگر یہ شاہ محمد اسمٰعیل تھے کہ "عبقات" لکھ کر اس فکری اختلاف کو شریعت مقدسہ کی روشنی میں پراگندہ ذہنوں سے دور کردیا ہے۔ ایسے دل نشین انداز میں مسائل تصوف کی حقیقتوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ قاری کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اختلاف بادی النظر میں جو کچھ ہے وہ صرف تعبیرات کا ہے ورنہ روح حقیقت دونوں کے یہاں شریعت مقدسہ کے مطابق یکساں ہے اور مطلوب ایک ہی ہے۔

یہ کام ایک محققانہ، نقادانہ اور بالغ نظری کی دسترس کا متقاضی ہے۔ دو عظیم پیشوایانِ امت کے نظریوں پر ثالث ہوکر محاکمہ کرنا کوئی آسان بات نہیں، بہرحال "عبقات" کے صفحات سے یہ خوشبو مہک رہی ہے۔

یہ کتاب مقام ولایت ونبوت کی تحلیل کرتی ہے، بہت سے نازک مسائل مثلاً وجود مثالی، تعلیماتِ نبوت کے اسرار، شیخ سرہندی اور شیخ اکبر کے مسلکوں میں تقریب، نقل کا مفیدِ علم یقین ہونا۔ علم لدنی، وحی اور غیب سے استفادہ وغیرہ وغیرہ وہ نازک بحثیں ہیں۔ جن کی مشکلات سے نبرد آزمائی شاہ صاحب ہی کا حصہ تھا۔ [۹۶]

---

۹۶ محمد یوسف بنوری/ شاہ اسمٰعیل شہید، عبقات (عربی) ص

شاہ عبدالعزیزؒ نے جب یہ کتاب پڑھی تو بہت پسند فرمائی اور فرمایا:-

"میں نے سمجھا تھا کہ ہمارے خاندان سے ان علوم کی بساط لپیٹ چکی ہے
لیکن اب معلوم ہوا کہ محمد اسمٰعیل کا وجود جبتک ہمارے اندر باقی ہے ہمارے
یہ علوم زندہ رہیں گے" ۹۸

جب تک دنیا میں حارثِ محاسبی، قشیری، حکیم ترمذی اور ابن عربی کی تصوف پر کتابیں پڑھی جائیں گی اور صاحب ذوق انسان تصوف کی مشکل تشریحوں میں ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اس ہندی مجاہد کبیر کی "عبقات" کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی۔ صوفیاکے حقائق و معارف کی مشکل گتھیاں "عبقات" کے صفحات حل کرتے رہیں گے اور دل کی گہرائیوں سے مؤلف کے لئے کلمات تشکر و آفریں کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند ۹۹

"عبقات" ایک ایسا ہمہ گیر اور تابندہ جوہر ہے جو جدید ذہن کو شبہات کی ظلمات سے نجات دیکر تجلیِ حق سے مجلّٰی کر دیتا ہے۔ اس ترقی یافتہ دور میں جرمنی کے نامور اہل علم اور فلاسفہ کا "عبقات" پر مصروفِ تحقیق ہونا اس کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

<u>عبقات اور اقبال</u> پروفیسر ضیاء الدین احمد شکیب رقمطراز ہیں:-

"عبقات" وہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ جس کو اسلامی الٰہیات سے متعلقہ ادبیات میں ایک عظیم مرتبہ حاصل ہونا چاہیے۔ پتہ نہیں کہ یہ کتاب اقبال

---

۹۸ محمد یوسف بنوری/ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، عبقات (عربی) ص۵ تا ۷

۹۹ ایضاً ص۸

کے مطالعہ سے گزری تھی یا نہیں لیکن یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اپنی ہیئت اور موضوع کے اعتبار سے یہ اقبال کے "خطبات" سے بہت قریب ہے۔

اقبال نے اپنے "خطبات" کی ابتدا میں کچھ سوالات پیش کئے ہیں جو ان کے خیال میں مذہب اور فلسفہ کے مشترکہ سوالات ہیں، مثلاً۔

(۱) وہ عالم جس میں ہم رہتے ہیں اس کی نوعیت کیا ہے اور ترکیب کیا ہے؟

(۲) کیا اس کی ساخت میں دوامی عنصر موجود ہے۔

(۳) ہمیں اس سے کیا تعلق اور ہمارا اس میں کیا مقام ہے؟

(۴) بہ اعتبار اس مقام کے ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئیے؟ ؎۱

ان سوالات کے جوابات اقبال کے "خطبات" میں بھی ملتے ہیں۔ اور "عبقات" میں بھی۔ جدید تعلیم یافتہ ذہن ان سوالات کے جوابات مذہب سے چاہتا ہے تو اسے اس بارے میں مناسب ادب نہیں ملتا لیکن شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی یہ تشکیل الٰہیات مغربی تعلیم یافتہ حضرات کے لئے اسی قدر دلچسپ اور سودمند ہو گی جس قدر اقبال کے "خطبات" ..... اقبال کا طریقہ استخراجی اور علمی ہے۔ اس کے برخلاف شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے یہاں ایک تو طرزِ فکر استقرائی ہے دوسرے ان کے مباحث کا آغاز ایک سائنس داں کے ذہن سے نہیں بلکہ ایک مذہبی مفکر کے ذہن سے ہوتا ہے۔ اقبال کے یہاں بیشتر وہ اصطلاحات ہیں جو جدید علوم میں مروج ہیں اور شاہ صاحب کے یہاں بہت سی اصطلاحات وہ ہیں جن کا تعلق علوم نفسی سے ہے۔ تاہم ان کے طرزِ استدلال سے

؎۱ محمد اقبال الٰہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید۔ ص۱

اگر تھوڑی سی مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ان کے اس کارنامے سے جدید ذہن غیر معمولی طور پر استفادہ کر سکتا ہے ۔ [1]

اسلام میں عظیم مفکرین کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ ذاتی طور پر فکر وعمل کے حسین امتزاج کا مرقع ہوتے تھے ۔ اس اعتبار سے اسلامی فکر کا کوئی پہلو محض نظریاتی نہیں بلکہ ٹھیٹھ عملی ہے ۔ فکر وعمل کا یہ امتزاج حد درجہ بسیط و ہمہ گیر شخصیت کی صورت میں رونما ہوتا ہے ۔ "عبقات" کو محض ایک علمی کارنامہ سمجھ لینا شاہ اسمٰعیل رح کی بے پناہ شخصیت کے ساتھ ناروا ظلم کے مترادف ہے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس آئینہ میں اس عظیم شخصیت کی ہمہ گیری کو جلوہ گر دیکھیں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے گرد و پیش کے احوال اور خود ان کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تاکہ اس سالکِ راہِ طریقت اور مجاہد میدانِ مبارزت کی عظمت کا اندازہ ہو سکے ۔ [2]

ان کی تمام زندگی مجاہدانہ مساعی میں گزری ۔ انھوں نے اس بات کا الیقان اور حق الیقین حاصل کر لیا تھا کہ انسان اپنی اشرفیت کے باعث عناصر اربعہ پر بطریق احسن غالب آسکتا ہے اور خاک، باد، آب اور آتش اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے ۔ ان عجیب النوع تجربات سے ان کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما کا اندازہ ہوتا ہے لیکن ان کی باطنی شخصیت کی آئینہ دار خود "عبقات" ہے ۔ جو ان کی تجدید الٰہیات کا مطالعہ کرنے کے لئے ازبس ضروری اور ناگزیر ہے ۔

کتاب کی ترتیب و تقسیم اور اس کے مشمولات حسب ذیل ہیں ۔

"عبقات" ایک مقدمہ چار اشاروں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے ۔ اس کے

---

[1] محمد ضیاء الدین احمد شکیب / شاہ اسمٰعیل شہیدؒ / پیش لفظ عبقات (اردو) ص ۵-دم

[2] شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ عبقات (عربی) ص ۲ ۔

اہم مباحث ہیں سب سے پہلے مقدمہ میں یہ بحث شامل ہے کہ انسان کے نفسی اور روحانی علوم کتنے ہیں اور ان کی کیا کیا نوعیت ہے ؟

اشارۂ اول میں وجود سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے ذیل میں آنے والے مباحث جدید فلسفہ و طبیعات کے لئے غیر معمولی دلچسپی کے حامل ہیں۔ اس اشارے میں یونانی اور سوفسطائی نظریات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز اعیانِ ثابتہ، حقائق امکانیہ اسمائے کونیہ، مظاہر وجود، مبداء وجود، ماہیات قبل الوجود تعین ماہیت، مبداء اور وجود کا تعلق، وجود واجب، عالم کا وجودِ طبعی، وجود منبسط، نور وجہ اللہ، توحید، عالم لاہوت، ابداع خلق اور تدبیر و تدلی سے بحث کی گئی ہے۔

اشارہ دوم میں، تجلی، تجلی کے احکامات، تجلی کی اقسام شخص اکبر، متجلی کے شرائط اور محلِ تجلی پر بحث کی گئی ہے۔

اشارہ سوم میں ایجاب و اختیار کے زیرِ عنوان ادارہ، ممکنات، افعالِ خداوندی، افعال طبیعی اور اسباب پر بحث کی گئی ہے۔

اشارہ چہارم میں مراتبِ نفس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس اشارہ میں روح کی حقیقت، نسخہ، مراتب کمال، معنیٔ مومن، معنیٔ عالم، راسخ فی العلم، صاحب شغل، صاحب مراقبہ، صاحبِ دوام الحضور، صاحبِ تجرید، صاحب کشف حقیقتِ ولایت، اعلیٰ مقاماتِ بشر، اور حقیقت عالم وصال وغیرہ پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔

خاتمہ کتاب میں "مثال" کے زیرِ عنوان عالمِ مثال کی حقیقت، مثل کی قسمیں عالم مثال، اور عالم شہادت کی اصلیت، ادراکِ موجوداتِ خیالی، معرفت رب کے مسالک اور اختیار انبیاء پر بصیرت افروز مباحث شامل ہیں۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ "عبقات" کی دل نشین اور آنکھوں کو ٹھنڈک

بخشنے والی شرح لکھنے کے متمنی تھے ۱۳؎ لیکن افسوس کہ شاہ صاحبؒ کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا، حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کتاب کی شرح مرتب ہو جائے تو جدید ذہن کو استفادہ کی قابلِ رشک سہولت مہیا ہو جائے گی۔

اصول فقہ یہ عربی زبان میں مختصر رسالہ ہے۔

اس کے مباحث میں خبر متواتر، تقلید، اجتہاد، اور عقل کی حدود و اختیارات پر دلکشا اور بصیرت افروز جواہر پارے شامل ہونے کے باعث یہ مختصر سا رسالہ خاص اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

سب سے پہلے مولانا محمد پشاوری ساکن سفید ڈھیری نے اس پر عربی زبان میں "القول المأمول فی فن الاصول" کے نام سے مفصل شرح لکھی، جو نواب محمد جمال الدین خاں دہلی مدار المہام ریاست بھوپال کے ایماء اور سرپرستی میں انہی کے خرچ پر ۱۲۹۵ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

دوسری شرح مولانا مشتاق احمد صاحب انبھٹوی نے عربی زبان میں لکھی جو متن کے ساتھ ہی حاشیے پر ۱۳۱۱ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی۔

تیسری شرح "بغیۃ الفحول فی شرح مختصر الاصول" کے نام سے مولانا محمد بن فضل الدین نے مرتب فرمائی جو ادارہ اشاعۃ السنۃ کے زیر اہتمام ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

منطق میں ایک رسالہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے فارسی زبان میں ایک رسالہ منطق کے فن پر لکھا۔ اس کی اجتہادی شان کا ذکر کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

۱۳؎ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ "عبقات" (عربی) ص۲

"ہندوستان میں علمِ معقول بھی مدت سے منقول بنا ہوا ہے جس میں سوائے نقل و شرح کے نہ کسی نقطہ کا اضافہ ہو سکتا ہے نہ ترمیم، نہ کسی نظریہ پر نظرِ ثانی ہو سکتی ہے نہ اجتہاد، لیکن شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے منطق میں ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جو آپ کی شانِ اجتہاد کے شایاں ہے۔ ۱۰۳

اس رسالہ میں آپ نے اہلِ منطق کے مسلّمہ اصول کے برخلاف دعویٰ کیا ہے کہ اشکالِ اربعہ میں سے چوتھی شکل بدیہیات میں سب سے بدیہی ہے اور شکلِ اول اس کے برعکس ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے اس دعویٰ کو ایسی ٹھوس بنیادوں پر استوار کیا، اور ایسے دلائل بہم پہنچائے کہ بقول صاحب "نزہۃ الخواطر" آپ کے معاصرین میں سے کوئی بھی آپ کے اس دعویٰ کی تردید نہ کر سکا۔ ۱۰۴

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے اس دعویٰ کے اٹل اور لاجواب ہونے پر تبصرہ کرتے ہوئے سرسید احمد خاں رقمطراز ہیں۔

اگر معلم اول (ارسطو) بھی اسے ملاحظہ کرتا تو اپنے دلائل کو تارِ عنکبوت (مکڑی کے جالے) سے (بھی) کمزور تر سمجھتا۔ ۱۰۵

حقیقتِ تصوف مولانا فضل حسین مؤلف "الحیات بعد الممات" کے اس رسالے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ فارسی زبان میں ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اس میں سچے صوفیوں کی تعریف لکھی ہے اور تصوف میں داخل شدہ من گھڑت باتوں کی برائی بیان کی ہے۔ مؤلف موصوف کا بیان ہے اس رسالے کے انقلابی اثرات ہوئے اور اہلِ تصوف کی بہت کچھ اصلاح عمل میں آئی۔ اس کے ساتھ ہی مؤلف مذکور اس رسالے کے نایاب ہو جانے کی اطلاع بھی دے رہے ہیں۔ ۱۰۶

---

۱۰۳ سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہیدؒ بار دوم ص ۳۲۶۔

۱۰۴ سید عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ص ۵۹ ؛ ۱۰۵ سرسید احمد خاں تذکرہ اہل دہلی ص ۱۱۲

۱۰۶ فضل حسین الحیات بعد الممات ص ۱۱۱۔

تنقید الجواب در رفع الیدین | اس کا ذکر حضرت نواب محمد صدیق حسن خاں نے "اتحاف النبلا" کے صفحہ ۲۴۴ پر کیا ہے۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ ۸؎

حواشی مفیدہ | سر سید احمد خاں لکھتے ہیں :-

"(شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے) بیشتر کتب علم معقول پر حواشی تحریر کئے ۹؎

مولانا رشید الدین خاں کے صاحبزادے ۔ مولوی سدید الدین خاں، امین مدرسہ کلکتہ جن کا ہزار ہا روپے کا کتب خانہ ۱۸۵۷ء لوٹا گیا، فرمایا کرتے تھے :-

ہمیں اپنے کتب خانے کے برباد ہو جانے کا اتنا غم نہیں ہے جتنا کہ ان حاشیوں کے ضائع ہو جانے کا غم ہے جو علمی کتابوں پر مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے چڑھائے تھے ۔ کیونکہ دیگر کتب تو پھر بھی دستیاب ہو سکتی ہیں لیکن ان حاشیوں کا ملنا سراسر محال ہے ۔ جن کے فقدان سے بے شمار علمی نکات معدوم ہو گئے " ۱۰؎

مکاتیب | شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے متعدد مکاتیب بھی موجود ہیں ، مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

سید صاحبؒ کے مکاتیب اور اعلام نامہ جات بھی شاہ صاحب ہی کے لکھوائے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کا مضمون سید صاحبؒ بتا دیتے تھے ۱۰؎الف

خطبات | مولانا غلام رسول مہر کا بیان ہے کہ فضائل جہاد میں بعض خطبے نواب صدیق حسن خاں نے ایک مجموعۂ خطب میں شائع کر دیئے تھے ۔ نواب مرحوم پر جب انگریز کا

۸؎ صدیق حسن خاں، اتحاف النبلا ص ۲۴۴ ۔ ۹؎ سر سید احمد خاں، تذکرۂ اہل دہلی ص ۱۳۰

۱۰؎ مولانا غلام رسول مہر جماعت مجاہدین ص ۱۲۹

۱۰؎الف مولانا غلام رسول مہر جماعت مجاہدین ص ۱۲۹ و دائرۃ المعارف اسلامیہ ص ۷ ج ۲

عتاب نازل ہوا، تو یہ مجموعۂ خطب بھی تلف کر دیا گیا۔[۱۱]

بعض تحریریں چوری ہو جانے کے باعث ہمیشہ کے لئے ناپید ہو گئیں۔[۱۲]

منظومات | آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کے منظومات کا ذکر کرتے ہوئے ان میں سے بعض کا انتخاب بھی نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ اب تک تمام منظومات منتشر اور غیر مرتب صورت میں تھے۔ حال ہی میں ایک صاحب محمد خالد سیف نے انھیں مرتب کر کے طارق اکیڈمی فیصل آباد سے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے "کلام شاہ اسمٰعیل شہیدؒ" کے زیر عنوان شاہ اسمٰعیل کے کلام بلاغت نظام کے محاسن پر نہایت شرح و بسط سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو ایک "باکمال" اور "قادر الکلام" شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں جو کوئی بھی شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے کلام کا مطالعہ کرے گا بے اختیار اسی فیصلہ پر صاد کرے گا۔

منظومات، اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ہیں، حصۂ اردو میں مثنوی سلکِ نور، رسالہ بے نمازاں اور نسخۂ قوتِ ایمان، شامل ہیں اور حصۂ فارسی میں مثنوی سلکِ نور، قصیدہ در مدحِ رسولِ مقبولؐ، قصیدہ در مدح سید احمد شہیدؒ اور خاتمہ رسالہ ردالاشراک ہیں۔

مثنوی سلکِ نور (اردو) بڑی معرکۃ الآرا نظم ہے۔ اس میں سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد کے جذبات و خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ انداز بیان شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی "تقویت الایمان" کی طرح علمی ہے ایسے علمی و نظریاتی مطالب کے لئے انھوں نے شعری تخیل سے جس طرح کام لیا ہے۔ اس کے پیش نظر ادبیات کے مسلّم اور معروف نقاد ڈاکٹر سید عبد اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر شاہ صاحبؒ پیچ پیچ

---

[۱۱] دائرۃ المعارف اسلامیہ ج ۲ ص ۱۵۲

[۱۲] مولانا غلام رسول مہر جماعت مجاہدین ص ۲۰۹

شعر و شاعری کے کوچے میں داخل ہو جاتے تو بلند پایہ شعراء کی صف میں ممتاز مقام کے مالک ہوتے۔ ۱۱۳

اسی نظم پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ رقمطراز ہیں:۔

"توحید میں ایمان، اور شرک سے اجتناب (اور اس میں شرکِ جلی وخفی کی تفصیل) قدرتی طور پر ایسے مصنف سے اور ایسی نظم میں متوقع ہیں لیکن بحیثیت شاعری ہمارے لئے تعجب اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ کائنات میں پھیلی ہوئی خدائی صنعتوں کی جزئیات نگاری کے ذریعے شاعر (حضرت شہیدؒ) نے خدا کی ہستی کے بارے میں جو گہرا تاثر پیدا کیا ہے وہ ان کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے ۱۱۴

ڈاکٹر صاحب موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

مثنوی سلکِ نور (اردو) اردو شاعری کی بیاض میں نمایاں جگہ حاصل کرنے کی مستحق ہے۔ ۱۱۵

ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے اردو منظومات میں جابجا سہل ممتنع کے جواہر اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ اردو زبان کی ابتداء و آغاز میں ایک بلند پایہ عالم کا اس بے تکلفی سے اپنے خیالات کو سلکِ نظم میں پرونا بلاشبہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

آئندہ سطور میں جستہ جستہ اشعار نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:۔

الٰہی ترا نام کیا خوب ہے — کہ ہر جان کو وہ ہی مطلوب ہے
اسی سے ہے ہر دل کو آرام وچین — وہی سب کی باتوں کا ہے زیب و زین
زباں کس طرح حمد تیری کرے — کہ ہے تو تو ادراک سے بھی پرے

۱۱۳ ڈاکٹر سید عبداللہ محمد خالد سیف (مرتب) کلام شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ص ۱۸
۱۱۴ ایضاً ص ۱۸-۱۹
۱۱۵ ایضاً ص ۲۲۔

ہمیں بس یہی تیرا ادراک ہے کہ بے شک تو ہر عیب سے پاک ہے
تیری ذات میں منحصر ہیں کمال تجھی میں ہیں شانِ جمال و جلال
بڑائی میں تیری بیاں کیا کروں کہ یاں تو بڑے لوگ ہیں سرنگوں
بڑا تو ہی ہے اور سب ہیچ ہیں خیالات کے سارے وہ پیچ ہیں
تو ہے خالقِ ہر مکین و مکاں تو ہے بادشاہِ زمین و زماں[۱۱۲]

اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد جب رسولِ مقبول کی نعت میں زمزمہ پیرا ہوتے ہیں تو عجیب و غریب موتی سلکِ نظم میں پروتے جاتے ہیں۔ مثلاً

خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے
وہ انسانِ اکمل ہے سنتے ہو کون! ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
نبیؐ البرایا رسولِ کریمؐ! نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
حبیبِ خدا سید المرسلین شفیع الوریٰ ہادیِ راہِ دین
محمدؐ ہے نام اس کا احمد لقب بیاں ہو سکے منقبت اسکی کب
دل اس کا جو ہے مخزنِ سرِّ غیب مبرّا خطا سے ہے بے شک و ریب
بظاہر جو ہے مقطعِ انبیاء حقیقت میں ہے مطلعِ اصفیاء[۱۱۳]

سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ اصلاح و جہاد کے اثرات کا بیان کس اچھوتے انداز اور دل نشیں پیرائے میں کرتے ہیں:۔

چمن میں مہکنے لگی مست بُو چہکنے لگیں بلبلیں چار سُو
طلسمات سے بھر گیا باغ و راغ ہُما اور طوطی ہے ہر بوم و زاغ
عجب سے بھرے اور عجب ہے وہ جام کہ بھر بھر کے پیتے ہیں ہر خاص و عام

---

۱۱۲ محمد خالد سیف (مرتب) کلام شاہ اسماعیل شہید ص ۳۱

۱۱۳ ایضاً

عجب ساقی ہے اور عجب یار ہیں کہ مستی سے سارے وہ سرشار ہیں
وہ سرشار کیوں کر نہ ہوں مثلِ گل ولایت ہے جام اور نبوت ہے مُل[۱۱۸]

توحید اور شرک کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

یہ توحید ہے وہ شرابِ طہور کہ اک دم میں لاوے ہزاروں سُرور
وہ لے جام کو صاف رکھ چرک سے دل اپنے کو تو پاک رکھ شرک سے
یہاں تک کرو اسکی شُست و شو کہ ہرگز نہ باقی رہے اس کی بُو
کہ جس دل میں کچھ شرک مستور ہے سو توحید اس سے بہت دُور ہے
نہ ہو اس میں نور اس کا ہرگز پدید کہ جس میں ہوں ظلماتِ شرکِ پلید[۱۱۹]

مثنوی سلکِ نور (اردو) میں شمس و قمر، کواکب، عالم عناصر، جنگل، کوہ، معدن، ابرسیاہ، رعد و برق، قوس قزح، شجر و حجر، رنگ برنگ، پھول، گل و لالہ و نسترن، مرغ چمن، سرو سہی، جنگل کے حیوان، پرندے، رینگنے والے کیڑے پانی میں تیرنے والی مچھلیاں وغیرہ وغیرہ سب کو شاغل حمد رب کریم ثابت کرکے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک ہمہ گیر اور گہرا تاثر پیدا کیا ہے۔ اور یہ ان کی قادر الکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پوری نظم اپنے اندر ایک وجد آفرین کشش لئے ہوئے ہے۔

اسی طرح "نسخۂ قوتِ ایمان" میں دقیق علمی مسائل کو دلنشین اور لطیف پیرائے میں بیان کر جانا ایک زرین شہکار ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے شاعری کو مستقل مشغلہ نہیں بنایا، بلکہ یہ ان کے لئے ایک وقتی اور ضمنی حیثیت سے زیادہ وقت کی حامل نہیں رہی، لیکن پھر بھی انھوں نے جو کچھ کہا، وہ نفسانی خواہشات کے لئے نہیں بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کہا۔ ان کے

---

۱۱۸ محمد خالد سیف (مرتب) کلام شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ص ۳۳-۳۴
۱۱۹ " " " " ص ۳۵-۳۶

کلام میں "محبوبِ مجازی" کا تصور عنقا ہے۔ ان کے کلام میں "غزل" نام کی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ انہوں نے اپنی پوری صلاحیتوں کو محض دین کی عظمت و سربلندی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم اپنی تصنیف "جماعتِ مجاہدین" میں بتاتے ہیں کہ قاضی علاء الدین گھروی اسلامی مسائل نظم کر کے اصلاح کے لئے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ [۱۱۸]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو فنِ شاعری میں نقاد اور استاد کا رتبہ حاصل تھا۔ مگر یہ ان بزرگوں کے علوِ مرتبت اور پاکیزہ نفسی کا کھلا ثبوت ہے کہ انہوں نے ذرائع کو اپنی عظمت کا ذریعہ و مظہر قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے محض ایک ضمنی حیثیت کے قابل سمجھا۔ ابن خلدون نے بالکل درست لکھا ہے کہ اہلِ کمال شاعری کی طرف زیادہ التفات نہیں کرتے۔ [۱۱۹]

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی مثال سے اس قول کی تصدیق اور توثیق ہوتی ہے۔

(بقیہ تبصرہ صفحہ ۱۲۸)

ترجمے کی مشقیں دی گئی ہیں۔

(۵) تعلیمی ترتیب اور ترویج کا خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا ہے۔ ادارہ شہادت حق ایک زمانے سے نئے نئے عنوانات پر مفید اور کارآمد کتابچے چھاپتا رہا ہے۔ اب اس نے اپنا کتابت و طباعت کا معیار پہلے سے بلند کر دیا ہے۔ فاضل مرتب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ اپنی گوناں گوں مصروفیات میں تحریری کاموں کا موقع بھی نکال لیتے ہیں۔

---

۱۱۸ مولانا غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، ص ۲۹۰۔۲۹۱

۱۱۹ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) ص ۵۹۰